حصہ II

ذریعہ معاش، معیشتیں اور سماج
(Livelihoods, Economies and Societies)

حصہ II میں ہم ذریعہ معاش اور معیشتوں کے مطالعہ پر توجہ دیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ جدید دنیا میں جنگل میں رہنے والوں، چرواہوں اور کسانوں کی زندگی کس طرح بدل کر رہ گئی اور ان تبدیلیوں کو طے کرنے میں انہوں نے کیا کردار نبھایا۔

اکثر ہم جدید دنیا کو ابھرتے دیکھ کر صرف کارخانوں اور شہروں پر، اور زراعتی خطوں پر ہی نظر ڈالتے ہیں جو مارکیٹ کو مال مہیا کرتے ہیں۔ لیکن ایسا کرتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ ان خطوں سے باہر بھی ایسی معیشتیں ہیں اور دوسرے لوگ بھی ہیں جو ریاست کے لیے اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر جدید نقطۂ نظر سے دیکھیں تو چرواہوں، جنگل میں رہنے والوں، زراعت کرنے والوں اور غذا اکٹھا کرنے والوں کی زندگی ماضی کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جب ہم عصری دنیا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی زندگی کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ حصہ II میں ابواب بتاتے ہیں کہ ہمیں ان کی زندگیوں کا حال جاننے کی بھی ضرورت ہے، یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی دنیا میں کس طرح جیتے ہیں اور اپنی معیشتیں چلاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی اس جدید دنیا کا ہی ایک حصہ ہیں جس میں ہم جی رہے ہیں۔ وہ صرف بیتے عہد کی باقیات نہیں ہیں۔

باب 4 آپ کو جنگل کی سیر کرائے گا اور ان مختلف طریقوں کے بارے میں بتائے گا جہاں ان میں رہنے والے گروہ جنگلات کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ آپ کو بتائے گا کہ انیسویں صدی میں صنعتوں اور شہری مراکز کی ترقی نے جہازوں اور ریلوے کے لئے عمارتی لکڑی اور جنگل کی دوسری اشیاء کے لئے کس طرح نئی نئی مانگیں پیدا کیں۔ ان نئی مانگوں نے جنگل کے استعمال کے لئے نئے اصول بنانے اور جنگلات کو منظّم کرنے کے لئے نئے راستے بنانے کی راہیں ہموار کیں۔ آپ دیکھیں گے کہ نوآبادیاتی نظام نے کس طرح جنگل پر اپنا کنٹرول کیا، کس طرح جنگلاتی علاقوں کی نقشہ کشی ہوئی، پیڑوں کی درجہ بندی کی گئی اور شجرکاری کی ترقی ہوئی۔ ان تمام نئی تبدیلیوں سے وہ تمام مقامی گروہ متاثر ہوئے جو جنگل کے وسائل استعمال کرتے تھے۔ ان کو نئے نظام کے اندر رہ کر اور اپنی طرز زندگی کو بدل کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن انہوں نے اصول کے خلاف بغاوت بھی کی اور حکومت کو اپنی پالیسیاں بدلنے پر آمادہ کیا۔ یہ باب ہندوستان اور انڈونیشیا میں آئی ایسی ہی تبدیلیوں کی تاریخ سے آپ کو متعارف کرائے گا۔

باب 5 ہندوستان اور افریقہ کے میدانوں اور پٹھاروں میں واقع پہاڑی اور ریگستانی علاقوں میں چرواہوں (چراگائی پیشہ اختیار کرنے والے لوگ) کی آمدورفت پر بات کرے گا۔ ان دونوں علاقوں میں چراگاہی کمیونٹیآبادی کا ایک اہم حصہ ہیں۔ اس کے باوجود ہم ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ درسی کتابوں میں بھی ان کی تاریخ نہیں ملتی۔ باب 5 آپ کو بتائے گا کہ جنگلات پر کنٹرول، زراعت کی توسیع اور گھٹتی چراگاہوں سے کس طرح ان کی زندگی متاثر ہوئی۔ یہ باب ان کی حرکات وسکنات کے طریقوں، دوسری کمیونیٹی سے ان کے تعلقات اور

© NCERT not to be republished

بدلتے حالات سے ان کی ہم آہنگی کے بارے میں آپ کو بتائے گا۔

باب 6 میں ہم دہقانوں اور کسانوں کی زندگیوں میں آئی تبدیلیوں کے بارے میں مطالعہ کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم ہندوستان، انگلینڈ اور یو ایس اے کے حالات پر بحث کریں گے۔ گذشتہ دو صدیوں سے زراعت کی تنظیم کے طریقوں میں اہم تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ نئی ٹکنالوجی، نئی نئی مانگیں، نئے اُصول اور قوانین اور جائیداد کے نئے نئے خیالات نے دیہی دنیا کو بنیادی طور سے بدل کر رکھ دیا ہے۔ سرمایہ داری اور نو آبادیاتی نظام نے ان کو زندگی کو بدل ڈالا۔ باب 6 ان ہی تبدیلیوں سے آپ کو متعارف کرائے گا اور بتائے گا کہ لوگوں کے مختلف گروہ مثلاً غریب اور امیر، مرد اور عورتیں، بالغ اور بچے کس طرح مختلف طرح سے متاثر ہوئے۔

ہم عصری دنیا کی تشکیل کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ ہم مختلف کمیونیٹی اور لوگوں کی زندگیوں میں آئی تبدیلیوں پر نظر نہ ڈالیں۔ ہم جدید کاری سے وابستہ مسائل کو بھی اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم ماحول پر اس کے اثر کو نہ دیکھیں۔

© NCERT not to be republished

جنگل سماج اور نوآبادیت

اپنے اسکول اور گھر کے اطراف میں ایک سرسری نظر ڈالیے اور اُن اشیاء کی شناخت کیجئے جو جنگلات سے آتی ہیں۔ آپ کی کتاب کا کاغذ، ڈیکس اور میزیں، دروازے اور کھڑکیاں، وہ رنگ جس سے آپ کے کپڑے رنگے جاتے ہیں، آپ کی غذا میں استعمال ہونے والے مصالحے، آپ کی ٹافی کا سیلوفین ریپر (جس میں ٹافی لپٹی ہوتی ہے)، بیڑیاں بنانے والے تیندو کے پتے، گوند، شہد، کافی، چائے اور ربر۔ یہ تمام اشیاء جنگلات ہی کی دین ہیں۔ چاکلیٹ میں استعمال ہونے والے تیل کو نہ بھولئے گا جو سال کے بیجوں سے نکلتا ہے۔ وہ تنین (ایک پیڑ کی چھال) جو کھالوں اور پوست کو چمڑے میں بدلتا ہے، یا وہ جڑی بوٹیاں اور جڑیں جو اَدویاتی مقصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ جنگلات ہم کو بانس بھی مہیا کرتے ہیں، ایندھن کے لئے لکڑی، گھاس، چارکول، پیکنگ کا سامان، پھل، پھول جانور، پرندے اور بہت سی دوسری چیزیں سب ہی تو جنگلات کی دین ہیں۔ امیزون یا مغربی گھاٹ کے جنگلوں کے ایک ہی ٹکڑے میں پودوں کی 500 الگ الگ ذیلی قسمیں مل سکتی ہیں۔

نباتات اور حیوانات کی یہ گونا گوں قسمیں تیزی سے غائب ہو رہی ہیں۔ 1700 اور 1995 کے درمیان، جو کہ صنعت کاری کا زمانہ تھا۔ 139 لاکھ مربع کلومیٹر جنگلات یا دنیا کے کل رقبے کا 9.3 فیصد جنگلات کا علاقہ، صنعتی استعمال، کاشتکاری، چراگاہوں اور ایندھن کی لکڑی حاصل کرنے کے لئے صاف کر دیا گیا۔

شکل 1۔ چھتیس گڑھ میں سال کا جنگل۔ تصویر میں پودوں اور درختوں کی مختلف بلندیوں اور مختلف انواع کو دیکھئے۔ یہ ایک گھنا جنگل ہے، اس لئے جنگل کے فرش پر سورج کی روشنی کا گزر نہیں ہوتا۔

© NCERT not to be republished

1 جنگلوں کی تباہی کیوں؟

غائب ہوتے جنگلات کو عام طور پر جنگل کی تباہی کہا جاتا ہے۔ یہ ازالۂ جنگلات کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ عمل کئی صدیوں پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ لیکن نوآبادیاتی حکمرانی کے دوران یہ عمل زیادہ منظّم اور وسیع پیمانے پر ہوا۔ آیئے ہم ہندوستان میں جنگل کی تباہی کی چند وجوہات پر نظر ڈالتے ہیں۔

1.1 زمین کی اصلاح

1600 میں ہندوستان کی زمین کے تقریباً چھٹے حصے پر کاشتکاری ہوتی تھی۔ اب یہ اعداد و شمار تقریباً آدھے سے بھی اوپر ہو چکے ہیں چونکہ صدیوں سے آبادی میں اضافہ ہوتا رہا ہے، اس لئے غذائی مانگ بڑھتی گئی۔ جنگلات کو صاف کرتے ہوئے اور زمین کو ہموار کر کے کاشتکاروں نے اپنے کھیتوں کی حدود کو بڑھا لیا۔ نوآبادیاتی دور میں کاشتکاری تیزی سے بڑھی تھی اس کی کئی وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ تو یہی تھی کہ انگریزوں

شکل 2: جب وادیاں بھری پڑی تھیں جان ڈاسن کی نقاشی لکوٹا قبیلے کی طرح دیسی امریکنوں کی شمالی امریکہ کے عظیم میدانوں میں مختلف معیشتیں تھیں۔ وہ مکئی کی کاشت کرتے تھے، جنگلی پودوں کا چارہ جمع کرتے تھے، اور جنگلی بھینسوں کا شکار کرتے تھے۔ انگریزی آبادکاری نے جنگلی بھینسوں کے لئے وسیع علاقوں کو کھلا چھوڑنا زمین کا نقصان تصور کیا۔ 1860 کے عشرے میں جنگلی بھینسوں کی ایک بڑی تعداد کو مار ڈالا گیا۔

نے جوٹ، چینی، گیہوں اور کپاس جیسی تجارتی فصلوں کی پیداوار کی براہِ راست ہمت افزائی کی۔ اُنیسویں صدی کے یوروپ میں ایسی فصلوں کی مانگ بڑھ رہی تھی کیونکہ بڑھتی ہوئی دوسری شہری آبادی کا پیٹ بھرنے کے لیے غذائی اجناس کی مانگ تھی اور صنعتی پیداوار کے لئے خام مال کی بھی ضرورت تھی۔

باکس 1

کسی بھی جگہ پر کاشت کی زمین نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ زمین غیر آباد ہے۔ جب آسٹریلیا میں سفید فام آبادکاروں نے قدم رکھا، اُنہوں نے سوچا کہ یہ براعظم خالی یا نامعلوم اور غیر دریافت شدہ (Terra nullius) تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو اس کے اصل باشندوں کے پیروں سے بنے راستے سے آگے بڑھنے کی رہنمائی ملی۔ ان کی رہنمائی وہاں کے اصل باشندوں نے بھی کی تھی۔ آسٹریلیا میں رہنے والے مختلف اصل باشندوں کے فرقوں نے علاقوں کی واضح نشان دہی کی تھی۔ آسٹریلیا کے نگارندزیریوں (Ngarrindjeri) نے اپنے پہلے اجداد کی علامتی مورتی کے ساتھ ساتھ زمین کی حد بندی کر رکھی تھی جس کا نام نگورندیری (Ngurunderi) تھا۔ اس سرزمین میں پانچ مختلف ماحول موجود ہیں۔ نمکین پانی، دریائی راستے، جھیلیں، جھاڑیاں اور ریگستانی میدان جو وہاں کے باشندوں کی مختلف سماجی، معاشی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

وجہ یہ تھی کہ اُنیسویں صدی کے ابتداء میں نوآبادیاتی حکومت نے سوچا کہ جنگلات غیر پیداواری ہیں۔ ان کے حساب سے اس بے کار کے بیابان پر کھیتی کرکے اس سے زراعتی پیداوار حاصل کی جاسکتی تھی اور اس طرح سے ریاست کی آمدنی میں اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ 1880 سے 1920 کے دوران کاشتکاری کے لائق زمین کے رقبے میں 67 لاکھ ہیکٹیئر کا اضافہ ہوا۔

ہم ہمیشہ ہی کاشتکاری کو ترقی کی علامت سمجھتے ہیں، لیکن ہم کو یہ بات نہیں بھولنا چاہئے کہ زمین کو زیر کاشت لانے کے لئے جنگلات کا صاف کرنا ضروری ہے۔

1.2 پٹریوں پر سلیپر

شکل 3: سنگ بھوم میں سال کے تنوں سے سلیپروں کی تیاری، چھوٹا ناگپور۔ مئی 1897
ریل کی پٹری تیار کرنے کے لیے پیڑوں کو کاٹنے کے لئے اور اُن کو ہموار کرنے کے لئے محکمہ جنگلات آدی باسیوں کو ملازم رکھتا تھا لیکن اُنھیں اپنے ہی گھر بنانے کے لئے پیڑ کاٹنے کی اجازت نہ تھی۔

ماخذ A

یہ خیال کہ غیر کاشت شدہ زمین کو حاصل کرکے اُس کو دوسری مختلف ضرورتوں کے لئے ہموار کیا جائے، پوری دنیا کے نوآبادکاروں میں عام تھا۔ یہ ایک ایسی دلیل تھی جس سے فتوحات کو جائز ٹھہرایا جاسکتا تھا۔

1896 میں امریکن مصنف رچرڈ ہارڈنگ نے مرکزی امریکہ میں ہونڈرس کے سلسلہ میں لکھا تھا:

''آج اس سے زیادہ کوئی دوسرا دلچسپ سوال نہیں ہے کہ دنیا میں پڑی وسیع زمین کا کیا کیا جائے، اس کا جواب اُس کی اصلاح کرکے قابل استعمال بنانا ہے۔ ایسی زمین اُس طاقت کے ہاتھ میں جائے جو اُس کو معاشی ترقی کے لئے بدلنا چاہتا ہے یا اُس اصل مالک کے پاس رہے جو اُس کی افادیت سمجھنے میں ناکام ہے۔ مرکزی امریکہ کے باشندے اُن نیم وحشی لوگوں کی طرح ہیں جو سجے سجائے گھروں میں رہتے ہیں جن کے بارے میں وہ نہ تو اُن میں پوشیدہ آرام کو ہی سمجھتے ہیں اور نہ ہی اُن کا استعمال جانتے ہیں۔

اس کے تین سال بعد امریکی ملکیت میں یونائیٹڈ فروٹ کمپنی قائم ہوئی اور مرکزی امریکہ میں صنعتی پیمانے پر کیلے کے باغات لگائے۔ کمپنی کو ان علاقوں کی حکومتوں پر اس درجہ اثر رسوخ حاصل ہوگیا کہ یہ بنانا ری پبلکس (کیلوں کے باغات کی جمہوریہ) کے نام سے مشہور ہوگئی۔

ڈیوڈ اسپرس میں درج بیان 1993، دی ریٹورک آف امپائر

نئے الفاظ

سلیپرز: ریل کی پٹری کے آر پار لگے لکڑی کے تختے جو پٹریوں کو ان کی جگہ پر رو کے رکھتے ہیں۔

اُنیسویں صدی کے ابتدائی حصے تک انگلینڈ کے اندر موجود شاہ بلوط کے درختوں کے جنگلات ختم ہو رہے تھے۔اس کی وجہ سے شاہی بحریہ کے لئے ٹمبر (عمارتی لکڑی) فراہم کرنے کا مسئلہ درپیش ہوا۔مسئلہ یہ تھا کہ موجودہ صورت میں مضبوط اور دیرپا ٹمبر کی باقاعدہ فراہمی کے بغیر برطانیہ کے لئے سمندری جہازوں کی تعمیر کس طرح ہو؟ سمندری جہازوں کے بغیر شاہی اقتدار کا تحفظ کس طرح ہو اور اُسے برقرار کس طرح رکھا جائے؟ 1820 کا دہا آنے تک، ہندوستان کے جنگلاتی وسائل کی کھوج کے لئے تلاش پارٹیاں بھیجی گئیں۔ دس سال کے اندر اندر بھاری پیمانے پر پیڑوں کو ڈھا دیا گیا اور ٹمبر کی ایک بڑی تعداد کی برآمد ہندوستان سے ہونے لگی۔

1850 کے دہے سے ریل راستوں کی توسیع کے لیے ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔نوآبادیاتی تجارت اور شاہی افواج کی آمد و رفت کے لئے ریلویز نہایت ضروری تھیں۔ بھاپ کی طاقت سے چلنے والے انجنوں کو لکڑی کی ضرورت تھی اور ریلوے لائنوں کے باہم پیوستہ رہنے کے لئے سلیپر ضروری تھے۔ ریلوے کے ہر ایک میل کے لئے 1,760 سے لے کر 2,000 سلیپروں کی ضرورت پیش آتی تھی۔

1860 کا دہا آنے تک ریلوے نیٹ ورک میں بڑی تیزی سے توسیع ہوئی۔1890 کا سال آنے تک تقریباً 25,000 کلومیٹر ریلوے لائن بچھائی جا چکی تھی۔1946 میں ریلوے لائنوں کی یہ لمبائی بڑھ کر 7 لاکھ 65 ہزار کلومیٹر تک جا پہنچی۔ ہندوستان میں ریلوے لائنوں کی توسیع کے ساتھ ساتھ درختوں کی ایک بڑی تعداد کو اُکھاڑ پھینکا گیا۔1850 کے دہے تک تنہا مدراس پریزیڈنسی ہی میں سالانہ تقریباً 35,000 پیڑ گرادیئے گئے۔حکومت نے مطلوبہ مقدار کی فراہمی کے لئے افراد کو ٹھیکے دیئے۔ان ٹھیکے داروں نے اندھا دھند پیڑوں کی کٹائی شروع کر دی۔ ریلوے لائنوں کے آس پاس کے علاقے سے جنگلات تیزی سے ختم ہونا شروع ہو گئے۔

شکل 4: کسا لانگ دریا میں بہتے ہوئے بانس کے بنڈل، چٹا گانگ پہاڑی پٹی

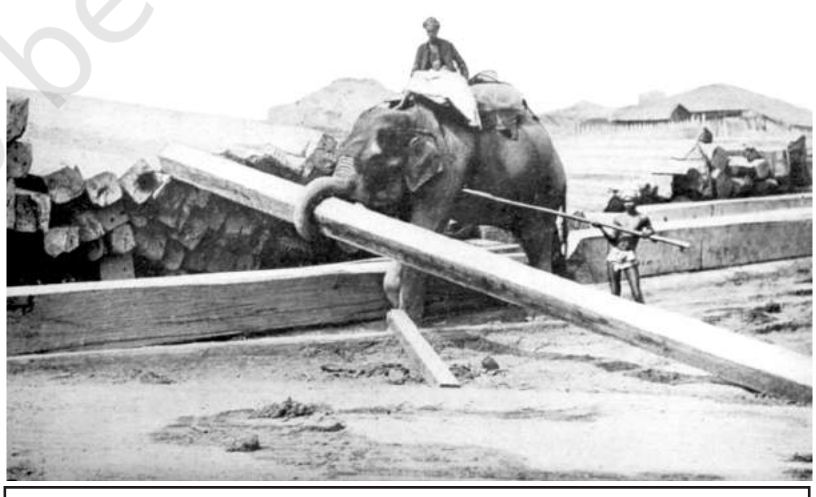

شکل 5: رنگون میں واقع ٹمبر یارڈ میں ٹمبر کے شہتیروں کا ڈھیر لگاتے ہوئے ہاتھی: نوآبادیاتی دور میں جنگلات اور ٹمبر یارڈوں دونوں سے بھاری شہتیروں کو اُٹھانے کے لئے ہاتھی کے استعمال کا رواج عام تھا۔

© NCERT not to be republished

ذریعہ B:

ملتان اور سکھر کے درمیان وادی سندھ میں ریلوے کی نئی تعمیر کی جانی تھی۔ جس کا فاصلہ تقریباً 300 میل تھا۔ جس کے لئے 2000 سلیپر فی میل کے حساب سے 5"×10"×10' کے 6 لاکھ سلیپرز (یا 3.5 مکعب فٹ فی اکائی) کی ضرورت تھی۔ جن کا کل حجم 20 لاکھ مکعب فٹ سے زیادہ ہوتا تھا۔ بھاپ کی طاقت سے چلنے والے انجنوں کو لکڑی کے ایندھن کی بھی ضرورت تھی۔ آنے جانے کے یومیہ ایک ٹرین کے حساب سے ایک من فی میل کی شرح سے سالانہ 2 لاکھ 19 ہزار من لکڑی کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ لکڑی کی ایک بڑی سپلائی اینٹیں پکانے کے لئے بھی درکار تھی۔ لکڑی کے یہ سلیپرز خاص طور سے سندھ کے جنگلات سے آتے تھے۔ سندھ اور پنجاب کے جھاؤ (Tamarisk) اور جھانڈ (Jhand) جنگلات سے ایندھن آتا تھا۔ دوسری شمالی ریاستی ریلوے لائن لاہور سے لے کر ملتان تک تھی۔ اس کی تعمیر کے لئے 22 لاکھ سلیپروں کے استعمال کا اندازہ لگایا گیا تھا۔

ای۔ پی۔ اسٹیبنگ: ہندوستان کے جنگلات (فارسٹس آف انڈیا) والیوم II (1923)

سرگرمی

ریلوے ٹریک کے ہر میل پر 1,760 سے 2000 سلیپروں کی ضرورت تھی۔ اگر اوسطاً پیڑ سے 3 میٹر لمبی پٹری بچھانے کے لئے 3 سے 5 سلیپروں کی ضرورت پڑتی ہو تو بتائیے کہ ایک میل لمبی پٹری کے لئے کتنے پیڑ کاٹنے کی ضرورت ہوگی؟

شکل 6: ایندھن کی لکڑی جمع کرنے کے بعد گھر واپس لوٹتی عورتیں

شکل 7: لکڑی کے لٹھے لے جاتے ہوئے ٹرک جب محکمہ جنگلات شہروں کی کٹائی کو اپنے قبضے میں لیتا جاتا تھا، پہلا کام تو اتنی چوڑی سڑکیں بنانے کا تھا، جہاں سے ٹرک گزر سکتے۔ اس کا موازنہ جنگل کے ان راستوں سے کیجئے جہاں سے لوگ ایندھن کی لکڑی اور دوسری معمولی جنگل کی پیداوار جمع کرنے کے لئے گزرتے تھے۔ لکڑی کے ایسے ہی بہت سے ٹرک جنگلاتی علاقوں سے بڑے بڑے شہروں میں جاتے تھے۔

© NCERT not to be republished

1.3 شجرکاری (Plantation)

یوروپ میں مختلف لوگوں کی بڑھتی مانگوں کو پورا کرنے کے لئے چائے، کافی اور ربر کی شجرکاری قدرتی جنگلات کو بھی کاٹ کر کے کی گئی۔ نوآبادیاتی حکومت نے جنگلات پر قبضہ کیا اور اُن کو کافی سستی قیمتوں پر یوروپین شجرکاروں کے حوالے کر دیا۔ ان علاقوں کی احاطہ بندی کر کے جنگلات صاف کر دئے گئے اور ان پر چائے یا کافی کے باغات لگائے گئے۔

شکل8: پلیشیر برانڈ چائے

© NCERT not to be republished

ہندوستان اور عصری دنیا

2 تجارتی جنگل بانی کا عروج

پچھلے حصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ سمندر، جہاز اور ریلویز کی تعمیر کے لئے انگریزوں کو جنگلات کی ضرورت تھی۔ انگریز پریشان اس وجہ سے ہوئے کہ مقامی لوگوں کے ذریعہ جنگلات کا استعمال اور تاجروں کے ذریعہ پیڑوں کی اندھادھند کٹائی سے جنگلات برباد ہوجائیں گے۔ اس لئے اُنھوں نے ایک جرمن ماہر'' ڈاٹرچ برانڈس'' ایک جرمن کو صلاح کے لئے دعوت دینے کا فیصلہ کیا اور اُسے ہندوستان کا پہلا انسپکٹر جنرل آف فاریسٹ بنایا گیا۔

برانڈس کو اس بات کا احساس ہوا کہ جنگلات کا انتظام چلانے کے لئے ایک مناسب ضابطہ بنانا ہوگا اور لوگوں کو تحفظ کی سائنس کی تربیت دینی ہوگی۔ ایسے ضابطوں کے نفاذ کے لئے قانونی منظوری کی ضرورت تھی۔ جنگلاتی وسائل کو استعمال کے ضابطے اور اُصول مرتب کرنے تھے۔ پیڑوں کو گرانے اور چراگاہ کے طور پر استعمال کرنے پر پابندیاں عائد کرنا ضروری تھا کہ عمارتی لکڑی کی پیداوار کے لئے جنگلات کا تحفظ کیا جاسکے۔

سرگرمی

اگر 1862 میں آپ کے ہاتھ میں ہندوستان کا نظام ہوتا اور آپ کو اتنے بڑے پیمانے پر ریلویز کے لئے سلیپر اور ایندھن کے لئے لکڑی فراہم کرنا پڑتی، تو آپ کیا اقدامات اُٹھاتے۔

شکل 9: اٹلی میں موجود منظّم پاپلر جنگل کا ایک بغلی راستہ۔ پاپلر کے جنگلات خاص طور سے عمارتی لکڑی کے لئے اچھے ہوتے ہیں۔ ان کی پتیاں، پھل یا دوسری چیزیں استعمال نہیں ہوتیں۔ ایک جیسی بلندی والے درختوں کی سیدھی قطار پر نظر ڈالیے۔ یہ ایک ایسا نمونہ ہے جس کے مطابق سائنٹیفک جنگل بانی کی ترقی کی جاتی ہے۔

شکل 10: کانگڑہ میں دیودار کی شجر کاری، انڈین فاریسٹ ریکارڈ سے ماخوذ 1933

شکل 11: امپیریل فارسٹ انسٹی ٹیوٹ، دہرہ دون، انڈیا۔ جنگل بانی کے پہلے اسکول کا افتتاح برٹش سلطنت میں ہوا تھا۔ انڈین فارسٹ سے ماخوذ۔

ضابطوں پر عمل کئے بغیر پیڑ کاٹنے والے کسی بھی شخص کو سزا دینی پڑ سکتی تھی۔ اس لئے برانڈس نے 1864 میں انڈین فاریسٹ سروس قائم کی اور 1865 کے انڈین فارسٹ ایکٹ بنانے میں مدد کی۔ 1906 میں، دہرہ دون میں امپیریل فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا۔ یہاں جن ضوابط کی تعلیم دی گئی، وہ ''سائنٹفک جنگل بانی'' کہلائی۔ اب بہت سے لوگوں نے جن میں ماہرین ماحولیات بھی شامل تھے یہ محسوس کرتے تھے کہ یہ ضوابط بالکل بھی سائنٹفک نہیں تھے۔

ایسی سائنٹفک جنگل بانی میں وہ قدرتی جنگلات جن میں مختلف قسم کے پیڑ پودے تھے، کاٹ ڈالے گئے۔ اُن کی جگہ پر ایک ہی قسم کے پیڑ سیدھی قطاروں میں لگائے گئے۔ اس عمل کو شجر کاری کہا جاتا ہے۔ جنگلات افسران جنگلات کا جائزہ لیتے تھے، مختلف قسم کے پیڑوں کے تحت درختوں کے رقبے کا اندازہ لگایا گیا اور جنگل کے انتظامیہ کے لیے کام کا منصوبہ بنایا گیا۔ اُنہوں نے ہر سال کاٹے جانے والے پیڑوں کے رقبے کا منصوبہ بنایا۔ کاٹے گئے پیڑوں کی جگہ دوبارہ پود لگائی جاتی تھی تا کہ چند سال بعد وہ کٹائی کے لئے دوبارہ تیار ہو جائیں۔

1865 میں جنگلات قانون وضع ہونے کے بعد ایک بار اس کی ترمیم 1878 میں اور اُس کے بعد 1927 میں ہوئی۔ 1878 ایکٹ کے تحت جنگلات کو تین زمروں میں بانٹا گیا، محفوظ جنگل، تحفظ شدہ جنگل اور گاؤں کا جنگل۔ سب سے عمدہ جنگلات محفوظ جنگلات کہلاتے تھے۔ گاؤں والے ان جنگلات سے کوئی بھی چیز نہیں لے سکتے تھے۔ مکان کی تعمیر یا ایندھن کے لیے وہ تحفظ شدہ جنگلات یا گاؤں کے جنگلات سے لکڑی لے سکتے تھے۔

2.1 لوگوں کی زندگی کس طرح متاثر ہوئی؟

جنگلات کے محافظ اور گاؤں والوں کا اس مسئلہ پر اختلاف تھا کہ جنگل کیسا ہونا چاہیے۔ گاؤں والے یہ چاہتے تھے کہ جنگلات میں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مصالحے، ایندھن چارہ اور پتیاں ملی جلی ہونی چاہئیں۔ اس کے برعکس محکمۂ جنگلات ایسے درخت چاہتا تھا جو جہاز سازی اور ریلویز بنانے میں موزوں ہوں۔

نئے الفاظ:

سائنٹفک جنگل بانی: محکمہ جنگلات کے تحت پیڑ کاٹنے کا نظام، جس میں پرانے پیڑ کاٹے اور نئے لگائے جاتے تھے۔

© NCERT not to be republished

شکل12: جنگلات سے مہوے جمع کرتے ہوئے لوگ

گاؤں والے سورج نکلنے سے پہلے جاگتے ہیں اور مہوے کے اُن پھولوں کو جمع کرنے جنگل جاتے ہیں جو پیڑوں کے نیچے گرتے ہیں۔ مہوے کے پیڑ بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ مہوے کے پھول کھائے جاتے ہیں اور ان کو شراب بنانے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے بیجوں کو تیل بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اُن کو ایسے درختوں کی ضرورت تھی جو سخت لکڑی مہیا کریں اور لمبے اور سیدھے ہوں۔ اس لئے ساگوان اور سال جیسی مخصوص انواع کی حفاظت کی گئی، بقیہ کاٹ ڈالے گئے۔ جنگل کے علاقوں میں بہت سی چیزوں کے لئے لوگ جڑوں، پتیوں، پھلوں اور گنٹھے جیسی جنگل کی اشیاء استعمال کرتے ہیں۔ پھل اور گنٹھے تغذیہ بخش غذائیں ہیں، خاص طور سے فصل کی کٹائی سے پہلے مانسون کے زمانے میں ان کا استعمال ہوتا ہے۔ جڑی بوٹیاں دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں، لکڑی جوؤں اور ہلوں جیسے زراعتی آلات میں، بانس سے شاندار چہاردیواری بنتی ہے اور ساتھ ہی ٹوکریاں اور چھتریاں بنانے میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔ خشک کئے ہوئے کدو کو پانی کی بوتل کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ جنگل میں تقریباً ہر چیز حاصل ہے۔ پتوں کو خشک کئے ہوئے کدو کے تو بتوں کو پلیٹوں اور پیالیوں کی شکل میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سیادی بیل کو رسیاں بنانے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سیمور پیڑ کی کانٹے دار چھال کو سبزی کے کھیت میں جنگلہ بنانے میں استعمال ہوسکتا تھا۔ مہوے کے پیڑ کے درخت سے نکلے پھل سے تیل کشید کیا جاسکتا ہے جس کا استعمال پکانے اور لیمپ جلانے میں ہوتا ہے۔

شکل13: تیندو کے پتے کو خشک کرتے ہوئے لوگ:

جنگلات میں رہنے والے لوگوں کے لئے تیندو کے پتے آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ ہر بنڈل میں تقریباً 50 پتے ہوتے ہیں اور اگر کوئی شخص خوب محنت کرلے تو وہ روزانہ 100 بنڈل جمع کرسکتا ہے۔ جمع کرنے والوں میں عورتیں بچے اور بوڑھے ہوتے ہیں۔

جنگلاتی قانون کا مطلب پورے ملک کے گاؤں والوں کے لئے مصائب بھری زندگی۔ اس ایکٹ کے بعد، اپنے گھر کے لئے لکڑی کاٹنا، مویشی چرانا، پھل اور جڑیں اکٹھا کرنا، شکار کھیلنا اور مچھلی پکڑنا جیسی تمام سرگرمیاں غیر قانونی ہوگئیں۔ اس لئے، اب لوگ جنگلات سے لکڑی چرانے پر مجبور ہوئے، اگر وہ

شکل 14: کھلیان سے اناج لاتے ہوئے لوگ
لوگ ٹوکریوں سے اناج لے جا رہے ہیں۔ مرد کندھوں پر لٹکائے ٹوکریاں لے جا رہے ہیں، جبکہ عورتیں یہ ٹوکریاں سر پر لے جا رہی ہیں۔

پکڑے جاتے تو وہ اُن جنگل کے محافظوں کے رحم وکرم پر تھے جو رشوت لیتے تھے۔ خاص طور سے وہ عورتیں جو ایندھن کی لکڑی اکٹھا کرتی تھیں، کافی پریشان تھیں۔ گاؤں والوں سے ڈرا دھمکا کر مفت غذا طلب کرنا پولیس والوں کی ایک عام عادت تھی۔

سرگرمی

جنگلاتی علاقوں کے آس پاس رہنے والے بچے سینکڑوں پیڑوں اور پودوں کے نام بتا سکتے ہیں۔ آپ پیڑوں کی کتنی انواع کے نام بتا سکتے ہیں؟

2.2 جنگل کے ضابطوں سے کاشتکاری کس طرح متاثر ہوئی؟

یوروپی نوآبادیاتی نظام کا سب سے بڑا اثر انتقالی زراعت پر پڑا۔ یہ روایتی زراعت ایشیا، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے پیشتر حصوں میں کی جاتی ہے۔ اس کے بہت سے مقامی نام ہیں مثلاً جنوبِ مشرقی ایشیا میں لادنگ، مرکزی امریکہ میں مِلپا، افریقہ میں چیت مین یا تاوی اور سری لنکا میں چینا، ہندوستان میں اس کے دھیا، پینڈا، بیور، نیوڑ، جھوم، پوڈو، کھندا اور کمرِی چند ایسے مقامی نام ہیں جو انتقالی زراعت کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

انتقالی زراعت میں جنگل کے حصوں کو کاٹا جاتا ہے اور باری باری جلایا جاتا ہے۔ مانسون کی پہلی بارش کے بعد، راکھ میں تخم ریزی کی جاتی ہے اور اکتوبر-نومبر میں فصل کی کٹائی ہوتی ہے۔ ایسے پلاٹوں پر چند سالوں تک کاشتکاری کی جاتی ہے اور اُس کے بعد تقریباً 12 سے 18 سال تک جنگل اُگنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان پلاٹوں پر ملی جلی فصلیں اُگائی جاتی ہیں۔ مرکزی ہندوستان اور افریقہ میں یہ باجرہ ہوسکتا ہے۔ برازیل میں مینیاک (ایک پودا جس کے نشاستے سے روٹی، روا یا سوجی بنائی جاتی ہے) اور لاطینی امریکہ کے دوسرے حصوں میں یہ مکئی اور پھلیاں ہوسکتی ہیں۔

شکل 15: تونگیا کاشتکاری ایک ایسا نظام تھا جس میں کسانوں کو شجرکاری میں عارضی طور سے کاشتکاری کی اجازت تھی۔ 1921 میں برما کے اندر تھراواڈی ڈویژن میں لی گئی تصویر میں کاشتکار چاول کی پود لگا رہے ہیں۔ مرد لوہے کے سروں والے بانسوں سے مٹی میں سوراخ کرتے، جبکہ عورتیں ہر سوراخ میں چاول کی پود لگاتی ہیں۔

یوروپی جنگل بانوں نے اس طریقے کو جنگلات کے لئے نقصان دہ سمجھا۔ اُن کا خیال تھا کہ ہر چند سال تک کاشتکاری کے لئے استعمال کی گئی زمین ریلوے ٹمبر کے لئے پیڑ اُگانے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتی۔ جنگل میں آگ لگانے پر شعلوں کے پھیلنے کا خطرہ رہتا ہے جس سے قیمتی لکڑی جل سکتی ہے۔ انتقالی زراعت میں حکومت کے لئے ٹیکسوں کا حساب لگانا بھی مشکل تھا۔ اس لئے حکومت نے

© NCERT not to be republished

شکل16 : جنگل کے پینڈ ایا پودو کے قطعہ میں آگ لگانے کا عمل
انتقالی زراعت میں، جنگل کو صاف کیا جاتا ہے، خاص طور سے پہاڑی ڈھلانوں پر۔ پیڑوں کی کٹائی کے بعد اُن کو راکھ میں بدلنے کے لئے جلا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس علاقے میں تخم ریزی کی جاتی ہے اور بارش سے آب پاشی کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

انتقالی زراعت ممنوع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے نتیجہ میں بہت سی کمیونیٹیز کو جنگل میں اُن کے گھروں سے زبردستی بے گھر کیا گیا۔ اس وجہ سے کچھ لوگوں کو تو اپنا پیشہ بدلنا پڑا جبکہ دوسرے گروہ ایسے بھی تھے جنھوں نے چھوٹی اور بڑی بغاوتوں سے مدافعت کی۔

2.3 شکار کون کرسکتا ہے؟

جنگل کے نئے قوانین نے ایک دوسرے طریقے سے جنگل میں رہنے والے نئے لوگوں کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ جنگل کے قوانین سے پہلے وہ لوگ جو جنگل یا اُس کے قرب وجوار میں رہتے تھے، ہرنوں، تیتروں اور مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ لیکن نئے قوانین نے اس رواجی چلن کو ممنوع کر دیا وہ لوگ جو اَب شکار کرتے پکڑتے جاتے، غیر قانونی شکار کرنے کے جرم میں سزا پاتے تھے۔

ایک طرف تو جنگل کے قوانین نے لوگوں کے روایتی حقوق سے اُن کو محروم کر دیا، دوسری طرف بڑے جانوروں کا شکار اب ایک ''اسپورٹ'' بن گیا۔ ہندوستان میں باگھوں (ٹائیگر) اور دوسرے جانوروں کے کلچر کا ایک حصہ تھا۔ متعدد مغل نقاشیاں شہزادوں اور شہنشاہوں کے شکار سے لطف اندوز ہونے کے مناظر دکھاتے ہیں۔ لیکن نوآبادیاتی حکومت کے دور میں شکار اس درجہ بڑھ گیا کہ بہت سی انواع تو تقریباً ناپید ہوگئیں۔ انگریزوں نے بڑے بڑے جانوروں کو وحشی، ابتدائی اور جنگلی سماج کے نشان کے طور پر دیکھا۔ اُنھوں نے تصور یہ کرلیا کہ ایسے خطرناک جانوروں کو مار کر انگریز ہندوستان کو ایک مہذب

شکل17: لڑکپن میں مچھلیاں پکڑنا
بچے اپنے والدین کے ساتھ جنگل جاتے ہیں اور مچھلی پکڑنا، جنگل کی پیداوار جمع کرنا اور کاشت کاری کرنا سیکھتے ہیں۔ بانس کا شکنجہ جو اُس کے دائیں ہاتھ میں ہے، ندی کے بہاؤ میں پر لگا دیا جاتا ہے۔ مچھلیاں اُچھل کر اُس میں آتی رہتی ہیں۔

شکل 18: نیپال میں شکار کرتے ہوئے لارڈ ریڈنگ۔
اس فوٹو میں مرے ہوئے ٹائیگر گنئے۔ جب نوآبادیاتی دَور کے افسران اور راجا شکار کرنے جاتے تھے تو اُن کے ساتھ ملازموں کی ایک پوری ٹیم ہوتی تھی۔ گاؤں کے ماہر شکاری شکار کی کھوج کرتے تھے اور صاحب تو صرف گولی چلاتے تھے۔

ملک بنادیں گے۔ اُنہوں نے ٹائیگروں، بھیڑیوں اور دوسرے بڑے جانوروں کے مارنے پر اس لئے انعام کا اعلان کیا کیونکہ کاشتکاروں کے لئے خطرہ تھے۔ 1875 اور 1925 کے درمیان 80,000 ٹائیگرز، 1,50,000 تیندوے، 2,00,000 بھیڑیئے انعام کی خاطر مارے گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ٹائیگر کو ایک کھیل کی ٹرافی کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ اکیلے سرگُجا کے مہارانا نے 1957 تک 1,157 ٹائیگرز اور 2000 تیندوؤں کا شکار کیا۔ ابتدا میں جنگلات کے کچھ علاقے شکار کے لیے محفوظ تھے۔ لیکن اُس وقت کافی دیر ہو چکی تھی جب ماہرین ماحولیات اور تحفظ کرنے والوں نے دلیل یہ پیش کرنا شروع کی کہ ان تمام جانوروں کی انواع کی حفاظت کی ضرورت ہے اور ان کو مارنا نہیں چاہیے۔

2.4 نئی تجارت نے ملازمتوں اور خدمات کے مواقع پیدا کئے

ایک طرف تو محکمہ جنگلات کے، جنگلات پر قبضہ جمانے کے بعد لوگوں نے بہت کچھ کھو دیا، دوسری طرف اُنہوں نے ایسے نئے مواقع سے فائدہ بھی اُٹھایا جو تجارت میں پیدا ہوئے تھے۔ بہت سی کمیونٹیز نے اپنے روایتی پیشوں کو چھوڑ، جنگل کی اشیاء کی تجارت شروع کر دی۔ یہ صورتِ حال صرف ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ پوری دنیا میں رونما ہوئی۔ مثال کے طور پر، اُنیسویں صدی کے وسطی حصے میں ربڑ کے لئے بڑھتی مانگ کے ساتھ امیزن ندی کی وادی میں رہنے والے برازیل کے ''مندروکو'' قبیلے کے لوگوں نے جو بلند علاقوں میں رہتے تھے اور مینباک کی کاشت کرتے تھے،

ماخذ C:

ب یگے مرکزی ہندوستان کے جنگلات میں رہنے والا ایک فرقہ تھا۔ 1892 میں انتقالی زراعت ختم ہونے کے بعد اُنہوں نے حکومت کو عرض داشت پیش کی۔

''ہم روزانہ بھوکوں مر رہے ہیں اور ہمارے پاس غذائی اناج نہیں ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں اب صرف ایک ہی دولت باقی بچی ہے اور وہ ہے ہماری کلہاڑی۔ ہمارے پاس تن ڈھکنے کو کپڑے نہیں، سردی کی رات آگ جلا کر گزارتے ہیں۔ غذا کی کمی کی وجہ سے ہم بھوکوں مر رہے ہیں۔ ہم کہیں جا بھی نہیں سکتے۔ ہماری کس غلطی کی سزا حکومت ہم کو دے رہی ہے اور ہماری فکر نہیں کرتی؟ قیدیوں تک کو جیل میں خوب کھانا مہیا کیا جاتا ہے، کیا ایک کاشتکار کو اُس کی مقبوضات سے محروم نہیں کیا جا رہا؟ حکومت ہم کو ہمارے اُس حق سے بھی محروم کر رہی ہے جو ہم کو یہاں صدیوں سے نسل در نسل حاصل تھے۔

ویریر ایلون 1939 بحوالہ مادھو گاڈگل اور رام چندر گوہا کا ایلون کا حوالہ تصنیف: دی فشر ڈلینڈ: این اکولوجیکل ہسٹری آف انڈیا

تاجروں کوفراہم کرنے کے لئے ربڑ کے پیڑوں سے رال جمع کرنا شروع کر دیا۔ بتدریج وہ تجارتی کمپنیوں سے وابستہ ہوگئے اوراب وہ مکمل طور سے تاجروں کے رحم وکرم پر تھے۔

ہندوستان میں بھی جنگل کی اشیاء کی تجارت کوئی نیا پیشہ نہیں تھی۔ وسطی عہد سے لے کر کافی آگے کی مدت تک ہمارے پاس آدی باسی قبائل کے ایسے ریکارڈ موجود ہیں جہاں بنجاروں جیسے خانہ بدوش قبائل (ہاتھیوں اور دیگر اشیاء جیسے) پوستین، سینگ، ابریشم کے کوئے، ہاتھی دانت، بانس، مصالحے، ریشے، مختلف گھاسوں، گونداور رال جیسی اشیاء کی تجارت کرتے تھے۔

تاہم، ہندوستان میں انگریزوں کے آنے کے ساتھ ایسی تجارت کے سلسلے میں مکمل طور سے ضابطے بنائے گئے۔ برٹش حکومت نے مخصوص علاقوں میں جنگل کی اشیاء کے تجارتی حقوق بڑی بڑی یوروپی تجارتی فرموں کو ہی سونپ دیئے۔ مقامی لوگوں کے مویشی چرانے اور شکار کرنے کی سرگرمیاں محدود کر دی گئیں۔ اس عمل کے کے نتیجہ میں کوروا، کرچھا اور مدراس پریزیڈنسی کے لیے روکولا جیسے بیشتر چراگاہی زندگی گزارنے والے اور خانہ بدوش قبائل اپنی روزی روٹی کے ذریعہ سے محروم ہو گئے۔ ان میں سے بہت سے قبائل کو ''جرائم پیشہ قبائل'' کہا جانے لگا۔ جس کے بعد وہ حکومت کی نگرانی میں فیکٹریوں، کانوں اور شجرکاری کے باغات میں کام کرنے پر مجبور ہو گئے۔

کام کے نئے مواقع کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں تھا کہ لوگوں کے لئے اُن کی زندگی کی فلاح کا کام ہو رہا تھا۔ آسام میں جھارکھنڈ کے سنتھال اور اوراؤن اور چھتیس گڑھ کے گونڈ جیسے جنگل کے قبائل سے وابستہ مرد اور عورتوں دونوں کو چائے کے باغات میں بھرتی کیا گیا۔ اُن کی اجرتیں بہت کم تھیں اور کام کے حالات نہایت خستہ تھے۔ وہ اپنے گاؤں کے اُن گھروں تک بآسانی واپس نہیں لوٹ سکتے تھے جہاں سے اُن کی بھرتی ہوئی تھی۔

ماٰخذ D

پوٹومایو میں ربر کی کشید

دنیا میں ہر جگہ شجرکاری باغات میں کام کے وہ حالات تھے جن کو دیکھ کر دل دہل جائے۔ پیروین ربر کمپنی (برٹش اور پیرو ویان مفادات سے وابستہ) امیزن کے خطے پوٹومایو میں ربر کی کشید کے لئے ہٹوٹس کہلائے جانے والے مقامی ہندوستانیوں کی جبریہ محنت پر منحصر تھی۔ 12-1900 سے ربڑ کی 4000 ٹن برآمد، تقریباً 30,000 ہندوستانی آبادی کو ایذا رسانی، بیماریوں اور فرار کی وجہ سے آئی کمی سے وابستہ تھی۔ ربر کمپنی کا ایک ملازم بیان کرتا ہے کہ ربر کس طرح جمع کی جاتی تھی۔ منیجر نے سینکڑوں ہندوستانیوں کو اسٹیشن پر طلب کر لیا۔ اُس نے اپنی کاربائن اور میشٹ (ایک قسم کی مشین گن) اُٹھائی اور اُن بے کس ہندوستانیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ زمین پر 50 ایسی نعشیں بکھری پڑی تھیں جن میں خون میں نہائے، مدد کے طلبگار مرد، عورتیں اور بچے شامل تھے۔ باقی ہندوستانیوں کو بھی مُردوں کے ڈھیر میں شامل کر کے جلا کر خاک کر دیا گیا۔ دوسری طرف منیجر چیخ کر بولا، ''میں اُن تمام ہندوستانیوں کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہوں جو ربر کے بارے میں میرے اُن احکام کو نہ مانیں جو میں اُن سے کروانا چاہتا ہوں۔''

مائیکل ٹاؤسنگ، ''کلچر آف ٹیرر اسپیس آف ڈیتھ'' تصنیف نکولس ڈرکس، ایڈیشن۔ کلونیلزم اینڈ کلچر۔ 1992

3 جنگلات میں بغاوت

ہندوستان کے بیشتر حصوں اور پوری دنیا میں، جنگل میں رہنے والے قبائل نے اُن پر تھوپی تبدیلیوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ گانوں اور کہانیوں میں، انگریزوں کے خلاف، سنتھال پرگنہ میں سدھو اور کانو جیسے لیڈروں کی تحریکوں، چھوٹا ناگپور کے برسا منڈا اور آندھرا پردیش کے الوری سیتارام راجو کی یاد آج تک زندہ ہے۔ ہم اب ایسی ہی ایک بغاوت کے بارے میں تفصیلی بحث کریں گے جو 1910 میں ریاست بستر میں ہوئی۔

3.1 بستر کے باشندے

بستر چھتیس گڑھ کے جنوبِ بعید میں واقع ہے اور اس کی سرحدیں آندھرا پردیش، اُڑیسہ اور مہاراشٹر سے ملتی ہیں۔ بستر کا مرکزی حصہ ایک پٹھار ہے۔ اس پٹھار کے شمال میں چھتیس گڑھ کا میدان اور جنوب میں گوداوری کا میدان ہے۔ اندراوتی ندی بستر کے مشرق سے ہو کر مشرق سے مغرب کی جانب بہتی ہے۔ ماریا، موریا، گونڈ، دھرو، بھترس اور ہلبا جیسے مختلف قبائلی فرقے بستر میں رہتے ہیں۔ یہ مختلف زبانیں بولتے ہیں لیکن ان کے اپنے رواج اور عقائد یکساں ہیں۔ بستر کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ دھرتی ماتا نے ہر گاؤں کو زمین دی تھی اور اس کے بدلے وہ ہر زراعتی تیوہار کے موقعہ پر کسی نہ کسی شکل میں نذرانہ پیش کرتے ہوئے زمین کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ وہ ندی، جنگل اور پہاڑ کی آتماؤں کا احترام کرتے ہیں۔

شکل 19: بستر میں فوجی کیمپ، 1910
فوجی کیمپ کی یہ تصویر 1910 میں لی گئی تھی۔ فوج خیموں، باورچیوں اور فوجیوں کے ساتھ چلتی تھی۔ یہاں ایک سپاہی باغیوں کے خلاف کیمپ کی حفاظت کر رہا ہے۔

چونکہ ہر گاؤں کو اُس کی سرحد کا علم ہوتا ہے، اس لئے مقامی لوگ اس سرحد کے اندر موجود قدرتی وسائل کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ اگر کسی گاؤں کے لوگ، دوسرے گاؤں کے جنگل سے کچھ لکڑی لینا چاہیں تو اُن کو دیوسری، ونڈیامان نام کی معمولی سی فیس دینا پڑتی ہے۔ چند گاؤں ایسے بھی ہیں جو ایک چوکیدار کو ملازم رکھ کر اپنے جنگلات کی حفاظت کرتے ہیں جس کے بدلے ہر خاندان اُن کو تھوڑا بہت اناج دیتا ہے۔ ہر سال ایک بڑے شکار کا انعقاد ہوتا ہے جہاں پرگنہ (گاؤں کا مجموعہ) میں ہر گاؤں کے مکھیا اس شکار سے وابستہ مسائل پر بحث کرنے کے لئے ملتے ہیں جس میں جنگلات بھی شامل ہیں۔

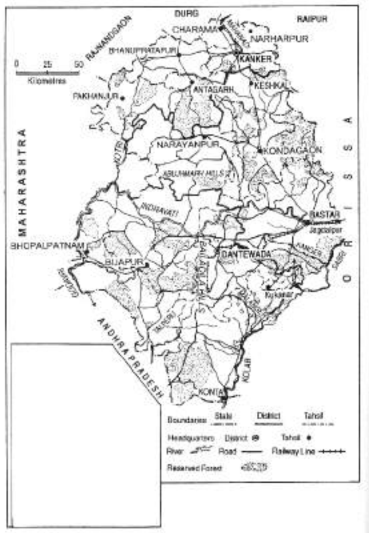

شکل 2000,20 میں بستر کا نقشہ

1947 میں ریاست بستر کو کانکر ریاست کے ساتھ شامل کیا گیا اور یہ مدھیہ پردیش کا ایک ضلع بن گیا۔ 1998 میں اس کو دوبارہ کانکر، بستر اور دانتے واڑہ نام کے تین اضلاع میں بانٹ دیا گیا۔ 2001 میں یہ اضلاع چھتیس گڑھ کا حصہ بن گئے۔ 1910 میں بغاوت سب سے پہلے کانگر کے جنگل کے علاقے (دائرے میں) میں ہوئی اور جلد ہی ریاست کے دوسرے حصوں میں پھیل گئی۔

3.2 لوگوں کے خوف

جب نوآبادیاتی حکومت نے 1905 میں جنگل کے دوتہائی حصے کو محفوظ کرنے کی تجویز پیش کی جس میں انتقالی زراعت شکار اور جنگل کی پیداوار اکٹھا کرنے پر پابندی ہوتی تھی، تو بستر کے لوگ بہت فکرمند ہوئے۔ چند گاؤں والوں کو محفوظ جنگلات میں رہنے کی اجازت اس شرط پر دی گئی کہ وہ پیڑ کاٹنے اور اُن کو دوسرے مقامات تک پہنچانے اور جنگل کو آگ لگنے سے بچانے کے لئے محکمۂ جنگلات کے لئے مفت خدمات انجام دیں گے۔ اس کے نتیجہ میں یہ ''گاؤں کے جنگلات'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسرے گاؤں کے لوگوں کو بغیر کسی نوٹس یا معاوضے کے بے گھر کر دیا گیا۔ طویل مدت تک گاؤں والے زمین پر بڑھے کرایے اور نوآبادیاتی افسران کی وقتاً فوقتاً مفت خدمات انجام دینے اور جنگلات کی اشیاء کے مطالبات سے پریشان تھے۔ اسکے بعد لگاتار 1900-1899 اور 1908-1907 میں خوفناک قحط پڑے۔ ایسے تحفظات نے ان کو روکھی سوکھی روٹی کے آخری سہارے سے بھی محروم کر دیا۔

لوگوں نے اپنی گاؤں کی مجلسوں، بازاروں اور میلوں ٹھیلوں پر جمع ہو کر ان مسائل پر بحث شروع کی، یا کسی بھی ایسی جگہ پر جہاں ان پریشانوں کا ذکر ہوتا مکھیا اور کئی گاؤں کے پجاری جمع ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا قدم کانگر جنگل کے دھروؤں نے اُٹھایا جہاں جنگلات کا تحفظ سب سے پہلے ہوا تھا۔ اگرچہ حکومت کے فیصلے کے خلاف چلنے والی تحریک کا کوئی ایک لیڈر تو نہیں تھا، لیکن بہت سے لوگ گاؤں نتھنار کے گنڈا دھر کا ذکر ضرور کرتے ہیں جو اس تحریک کا ایک اہم رکن تھا۔ 1910 میں آم کے گچھے، مٹھی بھر مٹی، مرچیں اور تیر گاؤں گاؤں چکر کاٹنے لگے جو دراصل انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے گاؤں والوں کو بلانے کے پیغامات تھے۔ ہر گاؤں نے اس بغاوت پر امکانی خرچ کے لئے کچھ نہ کچھ دیا۔ بازار لوٹ لئے گئے، افسران اور تاجروں کے مکانات، اسکول اور پولیس اسٹیشنوں کو آگ لگا دی گئی اور لوٹا گیا اور اس طرح حاصل اناج کو تقسیم کر دیا گیا۔ جن لوگوں پر حملہ ہوا تھا، اُن میں زیادہ تر وہ لوگ شامل تھے جو کسی نہ کسی طرح سے نوآبادیاتی ریاست اور اُس کے ظالمانہ قوانین سے وابستہ تھے۔ ولیم وارڈ نے، جو ایک عیسائی مبلغ تھا اور جس نے ان واقعات کا مشاہدہ کیا تھا، لکھا ''جگدلپور میں ہر سمت سے پولیس والے، تاجر، جنگل کے چپراسی، اسکول ماسٹر اور گاؤں چھوڑنے والوں کی بھیڑ چلی آ رہی تھی۔

ماخذ E:

بھونڈیا نے 400 آدمیوں کو جمع کیا، کئی بکریوں کی بلی دی اور دیوان کو گھیرنے نکل پڑے جس کی بیجاپور سے آنے کی اُمید تھی۔ یہ بھیڑ 10 رفروری کو شروع ہوئی تھی۔ جس نے مرینکا اسکول، پولس پوسٹ، لائنوں اور کیسلور پر واقع تلاب کو اور تو کا پال (راجور) میں واقع اسکول کو جلا ڈالا۔ کرنجی اسکول میں آگ لگانے کے لئے ایک ٹکڑی روانہ کی اور ریاستی ریزرو پولیس کے ایک ہیڈ کانسٹیبل اور چار کانسٹیبلوں کو روک لیا جن کو دیوان کی حفاظت کرنے اور اُسے واپس لانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ بھیڑ نے گارڈوں کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی بس صرف اُن کے ہتھیار چھین لئے اور پھر اُن کو جانے دیا۔ بھونڈیا مانجھی کی سرکردگی میں باغیوں کی ایک جماعت دیوان کا اصل راستہ چھوڑنے کی صورت میں راستے کو روکنے کے لئے کوٹرندی گئی۔ بقیہ بیجاپور سے آنے والی اصل سڑک روکنے کے لئے دل مل گئے۔ بدھو ماجھی اور ہر چند نایک اصل جماعت کی رہبری کر رہے تھے۔

ڈی بریٹ سیاسی ایجنٹ چھتیس گڑھ فیوڈیٹری ریاستوں کی جانب سے کمشنر چھتیس گڑھ، ڈویژن 23 کو بھیجا گیا خط۔ جون 1910

© NCERT not to be republished

ماخذ F

بستر میں رہنے والے بزرگوں نے اپنے والدین سے سنی جنگ کی اس کہانی کا ذکر کیجیے۔

کاک پال کے پدیالی گنگا کو اُس کے باپ پدیامی ٹوکلی نے بتایا تھا:

''انگریز آئے اور اُنہوں نے زمین پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ راجا نے اپنے چاروں طرف ہونے والے واقعات پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس لئے یہ دیکھتے ہوئے کہ اُن کی زمین پر قبضہ ہو رہا ہے، اُس کے حامیوں نے لوگوں کو جمع کیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ اُس کے کٹر حمایتی مارے گئے، جو باقی بچے، اُن کو کوڑے لگائے گئے۔ میرے باپ پودیانی ٹوکلی کے بھی کئی کوڑے لگے، لیکن وہ فرار ہو گیا اور زندہ بچ رہا۔ یہ انگریزوں سے چھٹکارا پانے کے لئے ایک تحریک تھی۔ انگریز باغیوں کو گھوڑوں سے باندھ دیتے تھے اور اُن کو گھسیٹتے تھے۔ ہر گاؤں سے ایک یا دو آدمی جگد لپور گئے، ان میں چھڈ پل کے گرگی دیو اور مچکولا، مرکا میراس کے دولے اور ادرابندی، بلیرس کا وادا پنڈو، پالم کا اُنگا اور متعدد دوسرے لوگ شامل تھے۔''

اسی طرح سے گاؤں نندراسا کے چندرو نے بتایا:

''لوگوں کے ساتھ علاقے کے بزرگ لوگ شامل تھے، جن میں پالم کے ملّے مُدال، نندراسا کا سوئیکل دھروا اور پندوا ماجھی شامل تھے۔ ہر پرگنہ کے لوگوں نے النار ترائی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ پلک جھپکتے ہی پلٹن نے لوگوں کو گھیر لیا۔ گنڈا دھر بہت تیز بھاگتا تھا، اس لئے وہ تو بھاگ نکلا۔ لیکن یہ بے چارے تیر کمانوں سے کر ہی کیا سکتے تھے؟ جنگ رات کے وقت ہوئی۔ لوگ جھاڑیوں میں جا چھپے اور رینگ کر بھاگ لیے۔ فوجی پلٹن بھی چلی گئی۔ جو لوگ زندہ بچے، اُنہوں نے کسی نہ کسی طرح اپنے گاؤں کا راستہ پکڑا۔

انگریزوں نے بغاوت فرو کرنے کے لئے فوجی ٹکڑیاں روانہ کر دیں۔ آدی باسی لیڈروں نے بات چیت کرنے کی کوشش کی لیکن انگریزوں نے اُن کے کیمپوں کو گھیر لیا اور وہاں جمع لوگوں پر گولی چلا دی۔ اُس کے بعد بغاوت میں حصہ لینے والے لوگوں پر کوڑے لگاتے رہے، اور ایذائیں دیتے ہوئے گاؤں میں گھمایا گیا۔ چونکہ لوگوں نے جنگل کی جانب راہِ فرار اختیار کی اس لئے زیادہ تر گاؤں ویران ہو گئے۔ انگریزوں کو اس علاقے پر دوبارہ قبضہ کرنے میں تین ماہ (فروری-مئی) لگ گئے۔ تاہم گُنڈا دھر کبھی بھی اُن کے ہاتھ نہ لگا۔ باغیوں کو حاصل ایک اہم فتح کی وجہ سے تحفظ کا کام عارضی طور پر ملتوی رہا اور وہ علاقہ جو کہ محفوظ کیا جانے والا تھا 1910 سے پہلے کے منصوبے سے گھٹا کر آدھا کر دیا گیا۔

بستر کے لوگوں اور جنگلات کی کہانی وہیں ختم نہیں ہوئی۔ آزادی کے بعد بھی، صنعتی استعمال کے لئے لوگوں کو جنگل سے باہر رکھنے اور جنگلات کو محفوظ کرنے کی پالیسی بدستور جاری رہی۔ 1970 کے دہے میں، عالمی بینک نے 4,600 ہیکٹیر، قدرتی سال کے جنگلات کی جگہ پر کاغذ کی صنعت کو لکڑی مہیا کرنے کے لئے ٹراپیکل پائین کے درخت لگانے کی تجویز پیش کی۔ ماحولیات کے قائل مقامی لیڈروں کے احتجاجات کے بعد ہی یہ پروجیکٹ روکا گیا۔

آیئے اب ہم ایشیا کے دوسرے حصے انڈونیشیا کی جانب اپنا رُخ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں اس زمانے میں جنگلات کے سلسلے میں کیا پالیسی اختیار کی جا رہی تھی۔

© NCERT not to be republished

4 جاوا میں جنگل کی کایا پلٹ

آج جاوا انڈونیشیا میں چاول پیدا کرنے والے جزیرے کی حیثیت سے مشہور ہے۔ لیکن کسی زمانے میں یہ جزیرہ زیادہ تر جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ انڈونیشیا میں ولندیزیوں (ڈچ) کی نوآبادیاتی حکومت قائم تھی۔ جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ وہاں جنگل پر قبضے سے وابستہ قوانین ایسے تھے جو انڈونیشیا اور ہندوستان کے جنگل قوانین سے ملتے جلتے تھے۔ انڈونیشیا جاوا میں اُس جگہ واقع ہے جہاں ولندیزیوں نے جنگل کا انتظام شروع کیا تھا۔ انگریزوں کی طرح اُن کو بھی اپنے سمندری جہاز بنانے کے لئے جاوا کی لکڑی کی ضرورت تھی۔ 1600 میں جاوا کی آبادی تقریباً 34 لاکھ تھی۔ جاوا کے زرخیز میدانوں میں گاؤں آباد تھے لیکن وہاں بہت سی ایسے کمیونیٹیز بھی موجود تھیں جو پہاڑی علاقوں میں رہ کر انتقالی زراعت کرتی تھیں۔

4.1 جاوا کے لکڑی کاٹنے والے

جاوا کی کالنگ میں ایک ایسی کمیونٹی تھی جو جنگل کی کٹائی اور انتقالی زراعت کی ماہر تھی۔ جنگل کے یہ باد شاہ اس درجہ اہم تھے کہ جب جاوا کی ماتارام بادشاہت تقسیم ہوئی تو 6,000 کالنگ خاندان دونوں باشاہتوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے گئے۔ ان کی مہارت کے بغیر جنگل سے ساگوان کے پیڑ کاٹنے اور بادشاہوں کے لئے محلات تعمیر کرنے کا کام کافی مشکل ہو جاتا۔ جب اٹھارہویں صدی میں ولندیزیوں نے جنگلات پر قبضہ کرنا شروع کیا، اُنھوں نے کالنگوں سے اپنے تحت کام کروانے کی کوشش کی۔ 1770 میں جونا میں واقع ولندیزی قلعے پر حملہ کرتے ہوئے کالنگوں نے مدافعت کی لیکن اُن کی شورش دبا دی گئی۔

4.2 ولندیزیوں کا سائنٹفک فنِ جنگل بانی

اُنیسویں صدی میں جب لوگوں کے علاوہ جنگلات پر بھی قبضہ کرنا ضروری ہو گیا تو گاؤں والوں کی جنگلات تک رسائی کو محدود کرنے کے لئے ولندیزیوں نے جاوا میں جنگلات سے متعلق قوانین وضع کیے۔ ان نئے قوانین کے مطابق اب کڑی نگرانی ہی میں صرف مخصوص جنگلات سے کشتی سازی اور گھروں کی تعمیر کے لئے لکڑی کی کٹائی ہو سکتی تھی۔ لگائے ہوئے نئے باغات میں مویشی چرانے، بغیر اجازت لکڑی لے جانے یا گھوڑا گاڑی یا بیل گاڑی سے جنگلات کے راستوں پر سفر کرنے کے لئے گاؤں والوں کو سزا دی جاتی تھی۔

ہندوستان کی طرح جہاز سازی اور ریل راستوں کی تعمیر کے لئے جنگلاتی خدمت کی ضرورت پیش آئی۔

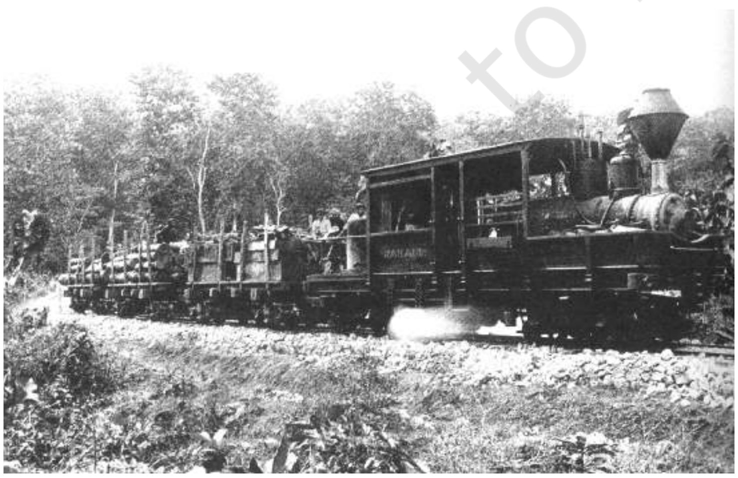

شکل 21: جنگل سے ساگوان کا نقل و حمل کرتی گاڑی۔ نوآبادیاتی زمانے کا آخری دور

© NCERT not to be republished

1882 میں، تنہا جاوا سے ہی 2,80,000 شہتیر برآمد کئے گئے۔ تاہم اس کے لئے پیڑ کاٹنے، لٹھوں کو لے جانے اور اُن کو سلیپرز (تختوں) میں تبدیل کرنے کے لئے مزدوروں کی ضرورت پیش آئی۔ پہلے تو ولندیزیوں نے جنگل میں واقع زمین پر کاشتکاری کے لئے کرایے کا تعین کیا اور اُس کے بعد پیڑ کاٹنے اور اُن کے نقل وحمل کے لئے مفت محنت اور بھینسوں کو مہیا کر کے اجتماعی طور پر کام نہ کرنے کی صورت میں چند گاؤں کو کرایہ داروں سے بھی خارج کر دیا گیا۔ یہ نظام بلان ڈانگ ڈین اسٹن (blandongdiensten) کہلایا۔ بعد میں کرایے سے سے اخراج کی بجائے، جنگل کے گاؤں والوں کو تھوڑی بہت اُجرتوں کی ادائیگی ہونے لگی، لیکن جنگل کی زمین پر کاشت کاری کرنے کے اُن کے حق کو محدود کر دیا گیا۔

4.3 سامن کا چیلنج

1890 کے آس پاس رانڈو بلاتنگ گاؤں کے سورانتیکو سامن نے جنگل کی ریاستی ملکیت پر ایک سوال کھڑا کر دیا جو گاؤں کا ایک ساگوان کا جنگل تھا۔ اُس نے دلیل یہ پیش کی کہ ریاست نے ہوا، پانی، زمین اور لکڑی پیدا نہیں کی، اس لیے وہ اس کی مالک کس طرح بن سکتی ہے۔ اسی دلیل کے مطابق، جلد ہی وسیع علاقے میں ایک تحریک پھیل گئی، جن لوگوں نے یہ تحریک منظّم کی اُن میں سامن کے داماد بھی تھے۔ 1907 تک 3,000 خاندان اُس کے خیالات سے متفق تھے۔ سامن حامی چند لوگوں نے زمین پر لیٹ کر اُس وقت احتجاج کیا جب ولندیزی جنگل کا جائزہ لینے آئے جبکہ چند لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے ٹیکس یا جرمانہ ادا کرنے یا مزدوری کرنے سے انکار کر دیا۔

آ ماخذ G

ڈرک وان ہوگنڈورپ نے جو جاوا میں یونائیٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کا نوآبادیاتی ایک افسر تھا، جکارتہ (سابقہ نام بٹاویا) میں کہا تھا، ''بٹاوینو! جو کچھ میں بتانا چاہتا ہوں اس کو تم سن کر حیران رہ جاؤ گے۔ ہمارے سمندری بیڑوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، ہماری تجارت سسک رہی ہے، ہماری جہاز رانی برباد ہونے والی ہے۔ ہم شمالی حکومتوں سے جہاز سازی کے لئے لکڑی اور دوسرا سامان کافی رقم خرچ کر کے خریدتے ہیں اور ہم یہاں جاوا کی سرزمین پر جنگلی اور تجارتی فوجی ٹکڑیوں کو چھوڑ رہے ہیں جن کی جڑیں نہایت گہری ہیں۔ جی ہاں، جاوا کے جنگلات میں لکڑی اتنی بھری پڑی ہے جو تھوڑی ہی مدت میں ایک طاقتور بحری بیڑہ او رتجارتی مقاصد کے لئے اتنے جہاز بنانے کے لئے کافی ہے جتنے ہم چاہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود (پیڑوں کی کٹائی) جاوا کے جنگلات میں اتنی تیزی سے بڑھتے ہیں جتنی اُن کی کٹائی ہو اور یہ دیکھ بھال اور عمدہ انتظام کے بعد تو کبھی ختم نہ ہونے والے جنگلات بن جائیں گے۔

ڈرک وان ہوزن ڈارپ کی کتاب پیلوسو، رچھ فوریسٹس۔ پوئر پیپل 1992 سے ایک حوالہ

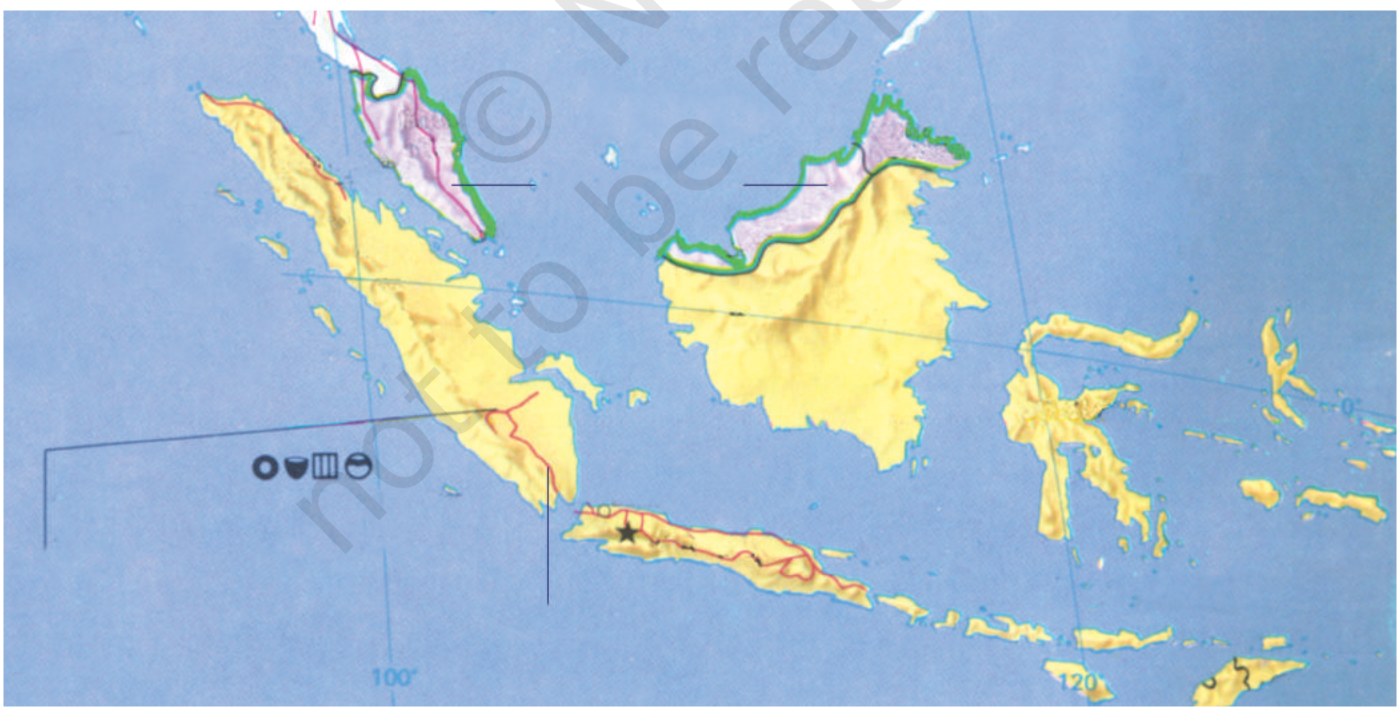

شکل 22: انڈونیشیا کے زیادہ تر جنگلات، ساترا، کالی منتن اور مغربی آئرین جیسے جزائر میں واقع ہیں۔ تاہم، جاوا وہ جگہ ہے جہاں ولندیزیوں نے سائنٹفک جنگل بانی کی ابتدا کی تھی۔ وہ جزیرہ جو آج چاول کی پیداوار کے لئے مشہور ہے کبھی ساگوان کے گھنے جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا۔

© NCERT not to be republished

4.4 جنگ اور جنگلات کی تباہی

جنگلات پر پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کا گہرا اثر پڑا۔ ہندوستان میں اس موقعہ پر جنگل سے وابستہ منصوبوں کو نظر انداز کیا گیا اور محکمۂ جنگلات نے اپنی جنگی ضروریات پوری کرنے کے لئے آزادانہ طور سے جنگل کی کٹائی کی۔ جاوا میں جاپانیوں کے قبضہ سے بالکل پہلے ہی ولندیزیوں نے ''اسکورچڈ ارتھ پالیسی'' (جنگی مقاصد کے حصول کی راہ میں آنے والی ہر چیز کو برباد کرنے کی پالیسی) پر عمل کرتے ہوئے آرا مشینوں کو برباد اور ساگوان کی لکڑی کے بڑے بڑے ذخائر کو آگ لگا دی تا کہ یہ بڑھتی ہوئی جاپانی افواج کے ہاتھ نہ لگ سکیں۔ اس علاقے پر جاپانی قبضے کے بعد، جاپانیوں نے اپنی جنگی صنعتوں کے لئے جنگلات کو کاٹنے کے لئے جنگلات میں رہنے والے گاؤں والوں کو مجبور کر کے اندھا دھند جنگل کی کٹائی کر کے استحصال کیا۔ بیشتر گاؤں والوں نے جنگل میں کاشتکاری کی توسیع کے لیے موقعہ کا فائدہ اُٹھایا۔ جنگ کے بعد انڈونیشیائی فارسٹ خدمات (محکمۂ جنگلات) کے لیے اس زمین کو واپس لینا بڑا مشکل کام ہو گیا۔ ہندوستان کی طرح، وہاں بھی زراعتی زمین کے لئے عوامی ضرورت کی وجہ سے زمین پر قبضے اور لوگوں کے وہاں سے اخراج کے مسئلہ پر محکمۂ جنگلات اور انڈونیشیائی عوام کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔

شکل 23: انڈین میونیشنس بورڈ، روانگی کے لئے تیار سولے پگوڈ میں جنگ کے لئے لکڑی کے شہتیروں کا ڈھیر۔ 1917

اگر اتحادی اپنی نو آبادیات کے لوگوں اور وسائل کا استحصال نہ کرتے تو اُن کو پہلی اور دوسری عالمگیر جنگوں میں اس درجہ کامیابی نہ ملتی۔ ہندوستان، انڈونیشیا اور دوسرے ممالک کے جنگلات پر ان دونوں جنگوں کے نتائج تباہ کن ثابت ہوئے۔ جنگلات سے وابستہ منصوبوں کو نظر انداز کیا گیا اور محکمۂ جنگلات نے اپنی جنگی ضروریات پوری کرنے کے لئے آزادانہ طور سے جنگلات کی کٹائی کی۔

4.5 جنگل بانی میں ہوئی نئی ترقیاں

1980 کے دہے سے ایشیا اور افریقہ کے ممالک کی حکومتوں کی سائنٹفک جنگل بانی اور جنگلات سے جنگل میں رہنے والی کمیونٹی کو دور رکھنے کی وجہ سے بہت سے اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ آج جنگلات سے لکڑی حاصل کرنے کے بجائے، اُن کا تحفظ زیادہ اہم مقصد بن چکا ہے۔ حکومت تسلیم کرتی ہے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اُن لوگوں کو بھی شامل کرنا چاہیے جو جنگلات کے قریب رہتے ہیں۔ پورے ہندوستان میں میزورم سے کیرالہ تک ایسی مثالیں بہت سی ہیں جہاں گھنے جنگلات صرف اس وجہ سے بچ رہے کیونکہ گاؤں والوں نے ان کی حفاظت مقدس کنجوں کی حیثیت سے کی جو سرنا، دیورا کڑو، کان اور رائی وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ کچھ گاؤں ایسے بھی ہیں جہاں فارسٹ گارڈ رکھنے کے بجائے ہر خاندان باری باری اپنے جنگل پر نگرانی اور چوکسی رکھتا ہے۔ آج جنگل میں رہنے والے مقامی فرقے اور ماہر ماحولیات (ماحول کی صفائی کے حامی یا ماہر لوگ) ایسے بھی ہیں، جو جنگلاتی انتظامیہ کی مختلف شکلوں کے بارے میں غور کر رہے ہیں۔

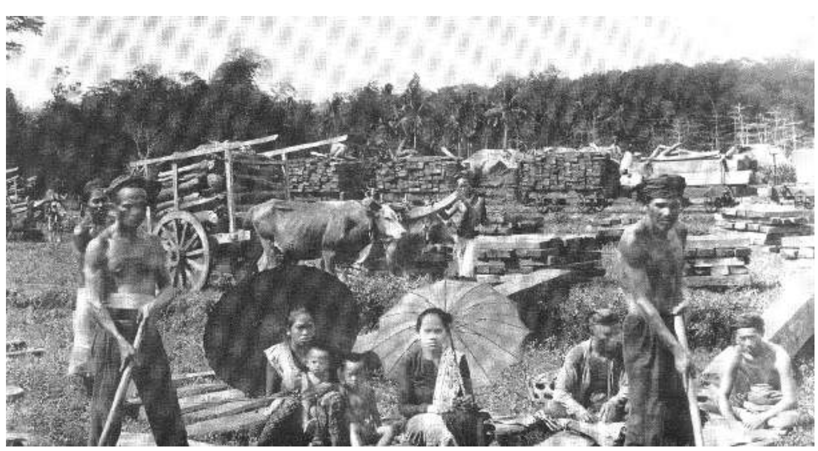

شکل 24: ولندیزی نو آبادیاتی حکومت کے تحت ریمبانگ میں لٹھوں کے ذخیرے کا مرکز

© NCERT not to be republished

سرگرمیاں

سرگرمیاں

1. کیا آپ جس جگہ رہتے ہیں وہاں کے جنگلاتی علاقوں میں کچھ تبدیلیاں آئی ہیں؟ معلوم کیجیے کہ یہ تبدیلیاں کیا ہیں اور یہ کیوں رونما ہوئیں؟
2. جنگل میں شکار کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے ایک نوآبادیاتی جنگل بان اور ایک آدی باسی کے درمیان ایک مکالمہ لکھئے۔

سوالات

?

1. بحث کیجیے کہ نوآبادیاتی دور میں آئی تبدیلیوں نے لوگوں کے مندرجہ ذیل گروپوں کو کس طرح متاثر کیا۔
- انتقالی زراعت کرنے والے
- خانہ بدوش اور چراگاہی کمیونٹی
- لکڑی اور جنگل کی پیداوار کی تاجر کمپنیاں
- شجرکاری مالکان
- شکار کرنے والے راجے مہاراجے اور انگریز افسران۔

2. بستر اور جاوا میں جنگلات کے نوآبادیاتی انتظام میں کیا یکسانیتیں موجود ہیں؟

3. 1880 اور 1920 کے درمیان برصغیر ہندوستان کا جنگل سے ڈھکا علاقہ 1086 لاکھ ہیکٹیر (10 کروڑ 86 لاکھ) سے گھٹ کر 989 لاکھ ہیکٹیر (9 کروڑ 89 لاکھ) ہی رہ گیا جو 97 لاکھ ہیکٹیر کی کمی تھی۔ اس زوال (تباہ کاری) میں مندرجہ ذیل عوامل کے کیا رول ہیں اس پر بحث کیجیے۔
- ریلویز
- بحری جہاز سازی
- زراعتی توسیع
- تجارتی کاشت کاری
- چائے/کافی شجرکاری
- آدی باسی اور دوسرے کسان جو جنگلاتی وسائل کا استعمال کرتے تھے۔

4. جنگلات جنگوں سے متاثر کیوں ہوتے ہیں؟

© NCERT not to be republished